اصلاح نفس اور تبلیغی جماعت

اصلاح نفس کے چار طریقے ہیں۔ صحبت صالح۔ ذکر و فکر۔ مواخاۃ فی اللہ۔ محاسبہ نفس انہی چاروں کے مجموعہ کا نام تبلیغی جماعت ہے۔ عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

اِصلاحِ نفس

اور

تبلیغی جماعت

اصلاح نفس کے چار طریقے ہیں۔ صحبت صالح۔ ذکر و فکر۔ مواخاۃ فی اللہ۔ محاسبہ نفس انہی چاروں کے مجموعہ کا نام تبلیغی جماعت ہے۔ عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
مہتمم دار العلوم دیوبند

عمر پبلی کیشنز
غزنی سٹریٹ
اردو بازار
لاہور

اصلاح نفس اور تبلیغی جماعت

اصلاح نفس کے چار جز اور طریقے ہیں اور تبلیغ کے اندر حسن اتفاق سے چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں۔ صحبت صالح بھی ہے۔ ذکر و فکر بھی ہے۔ مواخاۃ فی اللہ بھی ہے (دشمن سے عبرت و موعظمت بھی) اور محاسبہ نفس بھی ہے اور انہی چاروں کے مجموعہ کا نام تبلیغی جماعت ہے۔ عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اس طریق کار سے دین عام ہوتا جارہا ہے اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی جارہی ہے۔ اس کے ذریعے لوگوں کے عقائد درست ہو رہے ہیں۔ لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ از حضرت حکیم الاسلامؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ. وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَامُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ اللّٰہُ اِلٰی کَآ فَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرا وَّنَذِیْرا وَّدَاعِیا اِلَیْہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیْرا. . . . .
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰے عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْراً اَمَّابَعْدُ

تمہید

بزرگانِ محترم!

اس وقت تبلیغی سلسلے کے چند مقاصد آپ حضرات سے گزارش کرنے ہیں، وہ مقاصد اور باتیں کوئی نئی نہیں ہوں گی، ہاں عنوان کا فرق ہوگا، میں چاہتا ہوں

کہ ان مقاصد سے پہلے بطور تمہید ایک اصول عرض کر دوں۔ اصول سمجھ میں آجانے کے بعد مقاصد خود بخود سمجھ میں آجائیں گے۔

اصول یہ ہے کہ اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے عالم اضداد بنایا ہے، ہر اصل کے مقابلے میں اس کی ایک ضد رکھی ہے اور ہر اصل کا تصادم اپنی ضد سے برابر ہوتا رہتا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام کے مقابلے میں جھوٹ ہے، ظلمت کے مقابلے میں نور ہے، دن کے مقابلے میں رات ہے۔ اسی طرح دنیا کے اندر خیر و شر، بھلائی اور برائی بھی ملی جلی چل رہی ہیں۔ اس دنیا کو نہ صرف خیر کا عالم کہہ سکتے ہیں اور نہ صرف شر کا' خیر محض اور راحت محض یہ عالم جنت ہے۔ تکلیف محض اور برائی محض یہ جہنم کا عالم ہے۔ اس دنیا کو جنت و جہنم دونوں سے مرکب کر کے بنایا گیا ہے۔ اس لئے یہاں خیر و شر دونوں ہی کے آثار موجود ہیں۔

ایک غور طلب حقیقت

غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شر و برائی اس عالم میں اصلی ہے اور یہ خود بخود چیزوں کے اندر پیدا ہو جاتی ہے' مگر بھلائی محنت کر کے لانی پڑتی ہے، تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ آدمی محنت کرتا ہے بھلائی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر محنت نہیں کرتا تو برائی خود بخود ابھر کر سامنے آجاتی ہے مثال کے طور پر کھانا ہے اس کو خوش رنگ، خوشبودار اور خوش ذائقہ باقی رکھنے کے لئے نعمت خانہ بنوانا پڑتا ہے اسے ہوادار کمرے میں رکھنا پڑتا ہے، تب کہیں کھانا اپنی خوبیوں کے ساتھ باقی رہتا ہے، لیکن اگر یہ محنت نہ کی جائے تو کھانا خود بخود سڑ جائے گا، خراب ہو جائے گا۔ اس کے اندر بدبو پیدا کرنے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہو گی۔

اس طرح ایک باغ ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ وہ سرسبز ہو، چمن بندی ہوئی ہو، پھول کھلے ہوئے ہوں۔ اس کا منظر نگاہوں کو اچھا معلوم ہوتا ہو، دیکھنے سے آنکھوں میں تراوت پیدا ہوتی ہو، سونگھنے سے ناک میں خوشبو آتی ہو، مگر یہ

ساری خوبیاں اس وقت پیدا ہو گی جب کہ آپ مالی رکھیں گے، ہالی رکھیں گے اور وہ برابر باغ کی دیکھ بھال کرتے رہیں، درختوں کی جڑوں کو صاف کریں، اس کو پانی دیں، جہاں مناسب سمجھیں کتر بیونت کریں لیکن اگر آپ باغ کو جھاڑ جھنکاڑ نہ بنانا چاہیں سو اس کے لئے آپ کو نہ تو کسی مالی رکھنے کی ضرورت ہو گی اور نہ کسی ہالی و موالی رکھنے کی ضرورت۔ بس بنانے کی محنت چھوڑ دیجئے تو خود بخود ہی چند دنوں میں باغ کی ساری سر سبز و شادابی ختم ہو جائے گی۔

ایسے ہی مکان ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ صاف ہو، ستھرا ہو، خوش رنگ ہو، دیدہ زیب ہو، ڈیزائن اچھا ہو، ان سب کے لئے آپ کو محنت کرنی پڑے گی، ماہر و تجربہ کار معمار لانے پڑیں گے، پھر مکان بن جانے کے بعد فراش رکھنا ہو گا جو برابر اس کو جھاڑتا پونچھتا ہے تب جا کر یہ خوبیاں برقرار رہیں گی، لیکن اگر آپ مکان کو ویران بنانا چاہیں، اسے اجاڑنا چاہیں تو کسی محنت کی ضرورت نہیں ہو گی، اس کے صحیح رکھنے پر آپ جو محنت صرف کر رہے تھے اسے چھوڑ دیجئے چند دن کے بعد گرد آئے گی پھر پلستر اکھڑے گا، پھر اینٹیں جھڑیں گی، پھر چھت گرے گی، پھر دیواریں آپڑیں گی اور اس طرح مکان کھنڈر ہو جائے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی اور شر کائنات کی ہر ہر چیز کی ذات کے اندر موجود ہے، انسان محنت کرتا ہے تو خیر آجاتی ہے، نہیں کرتا تو شر خود بخود ابھر آتا ہے۔ یہ اس عالم کا ایک طرز ہے اور سنت اللہ اسی طرح جاری ہے چونکہ اس عالم کا ایک بڑا فرد انسان بھی ہے لہٰذا اس کے لئے بھی اس اصول اور اس قاعدہ سے جدا ہونا ممکن نہیں، چنانچہ بلا تکلف یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ برائی ہر انسان کی ذات میں موجود ہوتی ہے اور بھلائی لانی پڑتی ہے، بچہ پیدا ہوتا ہے، آپ اس کی تربیت کرتے ہیں، تعلیم دیتے ہیں تب جا کر وہ انسان بنتا ہے اور اگر آپ یہ محنت نہ کریں، تو اس کے اندر جو برائیاں ہیں ان کو بروئے کار لانے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہو گی، خوبیاں پیدا کرنے کے لئے عالم بنانے کے لئے

سینکڑوں ادارے ہیں' مدرسے ہیں مگر کیا جاہل بنانے کے لئے بھی آپ نے کوئی مدرسہ دیکھا؟۔ جاہل تو انسان بنا بنایا پیدا ہوا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ شَيْئاً وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم ذرہ برابر علم نہیں رکھتے تھے اور پھر تمہارے اندر سننے کی طاقت رکھ دی تاکہ سن سن کر علم حاصل کرو، دیکھنے کی طاقت رکھ دی تاکہ دیکھ دیکھ کر علم حاصل کرو، تدبر و تفکر کی قوت رکھ دی تاکہ اس کے ذریعہ معلومات میں اضافہ کرو۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان میں علم کی استعداد اور صلاحیت تو رکھتے ہیں، مگر کوئی ماں کے پیٹ سے علم و ہنر لے کر نہیں آتا۔

یہ تو انسان کے علم کا حال ہے اور جہاں تک عمل کا تعلق ہے، اس سلسلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول قرآن مجید میں موجود ہے ۔

وَمَا اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ

میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا اس وجہ سے کہ نفس تو برائی کا ہی حکم دیتا ہے، معلوم ہوا کہ نفس انسانی میں ذاتی طور پر شر موجود ہے اس لئے وہ انسان کو برے اعمال ہی کی طرف لے جائے گا۔ آپ اس کی تربیت کریں گے تو بن جائے گا اور بھلائی کی طرف آجائے گا ورنہ برائی پیدا ہونے اور اس کی تربیت کے لئے کسی کالج اور مدرسہ کی ضرورت نہیں ہوگی، خوب کہا ہے کسی شاعر نے کہ ۔

قرنہا باید کہ تا یک سنگ خارا ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

یعنی ایک پتھر کا بے قیمت ٹکڑا جب سالہا سال اور قرن ہا قرن دھوپ میں پڑا رہتا ہے، آفتاب کی تپش اور اس کی گرمی کو برداشت کرتا ہے تب جا کے ایک

باقیمت لعل بنتا ہے۔

ماہ ہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ بعد کشت
جامہ گردد شاہدے رلیا شہیدے راکفن

ایک بنولے کا دانہ محبوب کی بدن کے زینت بنے اس کے لئے مہینوں کی مدت درکار ہوتی ہے' آدمی زمین پر محنت کرتا ہے اس میں ہل چلاتا ہے، اسے کھیتی کے قابل بناتا ہے پھر بیج کو زمین بوس کر دیتا ہے، اس کے بعد اس سے کونپل نکلتی ہے، درخت بنتا ہے، روئی بنتی ہے، اسے توڑ لیا جاتا ہے، پھر مل میں بھیجا جاتا ہے، اس کی دھنائی ہوتی ہے، صفائی ہوتی ہے، سوت بنتا ہے پھر کپڑا تیار ہوتا ہے اور پھر درزی اس کی قطع و برید کرتا ہے، ان تمام مراحل سے گزر کر پھر کسی محبوب کا جامہ بنتا ہے، ورنہ تو بنولے کی کوئی قیمت نہیں تھی، زیادہ سے زیادہ کسی بھینس کے منہ میں چلا جاتا۔ آگے کہا ہے کہ ۔

سالہا باید کہ تا یک کودکے از درس علم
عالمے گرد ونکو یا شاعر شیریں سخن

یعنی ایک نادان اور چھوٹا بچہ جب سالہا سال کسی مکتب اور مدرسے میں پڑھتا ہے، استاد کی مار اور سختیاں برداشت کرتا ہے اس کے بعد جا کر یا وہ عالم بنتا ہے یا شاعر' تو عالم بنانے اور خوش اخلاق بنانے کے لئے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی ہے، مدرسے قائم کئے جاتے ہیں، معلمین و ملازمین رکھنے پڑتے ہیں، تب جا کے آدمی، آدمی بنتا ہے، لیکن جاہل و بد اخلاق بنانے کے لئے نہ تو کہیں مدرسہ قائم کیا جاتا ہے اور نہ کوئی ادارہ۔

حاصل یہ کہ کسی چیز کو قیمتی بنانے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے، محنت کی ضرورت پڑتی ہے مگر بے قیمت بنانے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

انسان کی قدر و قیمت اوصاف سے ہے

آپ جانتے ہیں کہ اللہ میں بالذات خوبیاں ہیں، کمالات ہیں اور مخلوق میں ذاتی طور پر خوبی وکمال نام کی کوئی چیز نہیں اور یہ بھی مسلمہ قاعدہ ہے کہ اس دنیا میں ہر چیز کی قدر و قیمت اوصاف سے ہوتی ہے، جس شئے کے اندر اوصاف زیادہ ہوں گے، اس کی اسی قدر توقیر ہوگی، عزت ہوگی اور اسی اعتبار سے اسے بلند مرتبہ اور مقام حاصل ہوگا، ایک شخص عالم ہے اس کی آپ عزت کرتے ہیں اس کے علم کی وجہ سے اور اگر وہی آپ کا استاد بھی ہو تو عزت کا ایک درجہ بڑھ جائے گا اور اتفاق سے وہی آپ کا حاکم بھی ہو تو اس کی عزت کا ایک درجہ اور بڑھ جائے گا۔

حاصل یہ کہ انسان کے اندر جس قدر اوصاف بڑھتے جائیں گے، اس کی قدر و قیمت اور عزت و وقار میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ بالذات انسان میں کوئی کمال نہیں، کمال ایک عارضی شئے ہے، جو محنت کر کے لایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ بچے کی تربیت کرتے ہیں، تعلیم دیتے ہیں اور اگر وہ تعلیم سے جی چراتا ہے تو لالچ دلاتے ہیں، اس لئے کہ آپ چاہتے ہیں کہ بچہ کسی ہنر اور کمال کا مالک بن جائے۔

بہر حال اتنا تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس دنیا میں ہر چیز کی قدر قیمت اس کے اوصاف سے ہوتی ہے حضرات انبیاءؑ کی ذات بلاشبہ مقدس ہے اور ان میں بھی سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس بابرکات تو حد درجہ متبرک و مقدس ہے، لیکن یہ سارے کا سارا تقدس نبوت ورسالت ہی کی وجہ سے ہے اور اسی منصب رسالت کی وجہ سے آپ واجب الاطاعت ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! اگر میں حکم شرعی بیان کروں تو اس کا ماننا لازمی اور ضروری ہے لیکن اگر ذاتی مشورہ دوں تو اس کا ماننا ضروری نہیں،

یہ اور بات ہے کہ ہر مسلمان کے قلب میں آپؐ کی حد درجہ محبت ہے اس کی وجہ سے وہ آپؐ کے اشارے کو بھی حکم سمجھنے اور ماننے کے لئے تیار ہو جائے، مگر جہاں تک قانون کی بات تھی وہ آپؐ نے بیان فرمادی۔

آپؐ نے حضرت بریرہؓ جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی باندی تھیں ان کا نکاح حضرت مغیثؓ سے کردیا، حضرت بریرہؓ نہایت ہی خوبصورت اور حضرت مغیثؓ بالکل معمولی شکل کے آدمی تھے، جس کی وجہ سے ان دونوں میں بنتی نہیں تھی، آئے دن لڑائی جھگڑے کا بازار گرم رہتا، حتی کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بریرہؓ کو آزاد کردیا اور مسئلہ شرعی یہ ہے کہ باندی جب آزاد ہو جائے تو نکاح کا باقی رکھنا یا نہ رکھنا اس کے ہاتھ میں ہو جاتا ہے، حضرت بریرہؓ نے سوچا کہ موقع غنیمت ہے فائدہ اٹھانا چاہئے چنانچہ انہوں نے نکاح کے فسخ کرنے ارادہ کرلیا۔ حضرت مغیثؓ حضرت بریرہؓ پر سو جان سے عاشق تھے۔ جب انہیں بریرہؓ کے ارادے کی خبر ہوئی تو روایتوں میں آتا ہے کہ یہ مدینہ کی گلیوں میں بے چین و بیقرار پھر رہے تھے اسی بے چینی کی حالت میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے بریرہؓ سے نکاح کرایا تھا اور اب آپ ہی اسے باقی رکھیئے، چنانچہ حضرت بریرہؓ کو بلایا گیا۔ آپؐ نے حضرت مغیث کی جانب سے سفارش فرمائی اور بریرہؓ کو طرح طرح سے سمجھایا اور کہا کہ نکاح باقی رکھو فسخ مت کرو، بریرہؓ بھی تھیں بڑی ہوشیار، انہوں نے فوراً پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! یہ حکم شرعی ہے یا آپ کا ذاتی مشورہ؟۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرا ذاتی مشورہ ہے۔ حضرت بریرہؓ کہتی ہیں۔ پھر تو میں نہیں قبول کرتی، چنانچہ آپ ﷺ نے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ذاتی طور پر اگر حضرات انبیاء بھی کوئی بات کہیں تو اس کا ماننا بھی ضروری نہیں ہے، یوں محبت و عقیدت کی لائن سے آپ جو کچھ بھی سمجھ لیں، تو جب حضرات انبیاءؑ کے یہ درجات ہیں تو پھر ہماری آپ کی کیا حیثیت ہے اور ہم اور آپ کس شمار میں آئیں گے؟

حقیقت آدمیت

اس کا حاصل یہ نکلا کہ جب انسان کے اندر اوصاف و کمال جمع ہو جائیں وہ علم و فضل کا مالک بن جائے تو اس کی توقیر ہوتی ہے' عزت ہوتی ہے

بہر حال میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اس دنیا میں برائی اصل ہے اس کو بروئے کار لانے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں ہوتی اور بھلائی لائی جاتی ہے اس کے لئے محنت کرنی ہوتی ہے، مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے ورنہ نہ تعلیم گاہیں ہوتیں نہ خانقاہیں اور نہ اس طرح کے تبلیغی اجتماعات ہوتے، تعلیم کی حاجت ہونا یہ دلالت ہے کہ آدمی اپنی ذات کے اعتبار سے کچھ نہیں بلکہ اس کو گھڑ گھڑ کر انسان بنایا جاتا ہے، آدمی پیدا ہوتا ہے مگر آدمیت بنائی جاتی ہے، آدمی کی صورت کا نام انسان نہیں بلکہ وہ تو سیرت اور اخلاق کے مجموعہ کا نام ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

گر بصورت آدمی انسان بودے
احمد و بوجہل ہم یکساں بودے

اگر آدمی کی صورت ہی کا نام انسان ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل میں کوئی فرق نہ ہوتا، صورت تو دونوں کی یکساں ہی تھی اس سے معلوم ہوا کہ انسانیت دراصل آتی ہے سیرت سے، اخلاق سے، اگر صورت اچھی ہوئی لیکن باطن خراب ہے یا ظاہر درست ہے لیکن اندر ناقص اور نکما ہے تو اس سے کوئی بات پیدا نہ ہوگی، بلکہ یہ صورت حال عیب ہے ہنر نہیں اور اسی طرح باطن کے خراب رہتے ہوئے ظاہر کو بنانے اور سنوارنے کی جدو جہد بالکل ایسی ہے جیسا کہ نجاست کے اوپر چاندی کا ورق لگا دیا جائے اس طرح نجاست کا پاک ہونا تو درکنار ورق بھی ناپاک اور ناقابل استعمال ہو جائیں گے' اسی طرح اگر کوئی بہترین لباس پہن لے مگر دل میں گندگی بھری ہو تو لباس کی وجہ سے وہ نہ تو واجب الاحترام ہوگا اور نہ اس کے کمال میں کسی طرح کا اضافہ ہوگا۔

ارسطو مشہور حکیم اور فلسفی گزرا ہے، رات دن جڑی بوٹیوں کی تلاش میں رہتا اور ان کا امتحان لیا کرتا تھا وہ اپنے کام میں اتنا مشغول رہتا کہ اسے نہ دن کی خبر ہوتی اور نہ رات کی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سارے دن کا تھکا ہارا راستہ پر سو گیا، اتفاق سے اسی دن بادشاہ کی سواری نکلی ہوئی تھی، آگے آگے نقیب و چوبدار ہٹو' بچو ہٹو بچو کی صدائیں لگاتے آرہے تھے مگر یہ نیند میں اس طرح مست کہ اسے کچھ بھی خبر نہیں پڑا سوتا رہا' ان بیچاروں کو کسی قسم کی فکر نہیں ہوا کرتی ہے، بادشاہ کی سواری کا گزر اس کے پاس سے ہوا' اسے اس طرح سوتے دیکھ کر چلتے چلتے بادشاہ نے غصہ میں ایک ٹھوکر ماری اس پر اس نے کہا "بے ادب" بادشاہ نے کہا کہ گستاخ! تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں ارسطو نے جواب دیتے ہوئے کہا غالباً آپ جنگل کے درندے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ وہی ٹھوکر مارتے ہوئے چلا کرتے ہیں۔ بادشاہ کو اس کے اس گستاخانہ کلام کو سن کر اور بھی غصہ آیا اس نے کہا بدتمیز! میرے پاس خزانہ ہے، فوجیں ہیں، قلعہ ہے، تخت و تاج ہے پھر بھی تو مجھ سے یہ گستاخانہ انداز اختیار کئے ہوئے ہے' ارسطو نے کہا کہ یہ ساری چیزیں تو باہر کی ہیں تیرے اندر ہے کون سی چیز' کون سی خوبی اور کون سا کمال ہے' تو یقین رکھ کہ جس دن تیرے اوپر سے یہ قبا شاہی اتر جائے گی تو ذلیل ہو جائے گا، تیرا کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا۔ آدمی کو فخر اپنے اندر کی چیز پر کرنا چاہئے جب تیرے اندر کوئی کمال نہیں ہے تو تو کپڑوں اور تخت و تاج سے باکمال نہیں بن جائے گا۔ یہ قبا شاہی چھوڑ اور ایک لنگی باندھ۔ پھر ہم دونوں دریا میں کودیں جب معلوم ہوگا کہ تم کون ہو اور میں کون ہوں تیرے اندر کیا کمال ہے۔ اور میرے اندر کیا کمال ہے۔

حاصل یہ کہ آدمی صورت انسانی کا نام نہیں اور نہ اس کی وجہ سے آدمی باعزت اور باکمال بنتا ہے اسی طرح لباس' وہ انسان کے باہر کی چیز ہے اور دولت تو اس سے بھی باہر ہوتی ہے لہذا ان چیزوں کی وجہ سے باکمال ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا،

سرچشمۂ کمال تو خدا ہی کی ذات ہے اور ہمارے اندر جو کمال آئے گا وہ وہیں سے آئے گا اور اس کے لئے ضرور ہے کہ ہمارا قرب ہو بارگاہ خداوندی سے اور ظاہر ہے کہ قرب حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنی پڑے گی، پھر جس قدر جدوجہد بڑھے گی قرب بڑھے گا اور جس قدر قرب بڑھتا جائے گا کمال آتا چلا جائے گا اور جتنا بعد ہو گا کمال کے اندر کمی پیدا ہوتی جائے گی۔

کمالات انسانی

انسان کے دو کمال ہوتے ہیں۔ایک تو اس کا علمی کمال اور دوسرا عملی کمال، علمی کمال پیدا کرنے کے لئے مکاتب ہیں، مدارس ہیں، یونیورسٹیاں ہیں اور عملی کمال پیدا کرنے کے بھی مختلف طریقے ہیں اور مختلف ذرائع ہیں، امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں عملی کمال پیدا کرنے کے چار طریقے لکھے ہیں۔

صحبت اہل اللہ

اول یہ کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہا جائے، ان حضرات کی جتنی ہی زیادہ صحبت نصیب ہو گی' اتنا ہی ان کا رنگ قلب کے اندر اترتا چلا جائے گا' مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے' صحبت نیک سے آدمی کے اندر خیر پیدا ہوتی ہے، خوبی پیدا ہوتی ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك و نافخ الكير' فحامل المسك اما ان يحذيك واما ان تبتاع منه واما تجد منه ريحا طيبا و نافخ الكير اما ان يحرق ثيابك واما ان تجد منه ريحاخبيثة۔

اچھے ساتھی اور برے رفیق کی مثال' مشک ساتھ رکھنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے' پس مشک والا اگر تمہارے پاس سے بھی گزر گیا تو جب بھی نفع تم اس سے خرید لو گے تو بھی نفع' ہر حالت میں دماغ معطر رہے گا۔اور بھٹی والے

سے تعلق میں کپڑا جلے گا ورنہ اس کی بدبو بلاشبہ دماغ کو مکدر رکھے گی۔

تو بھائی! ہر چیز کے اثرات ہوا کرتے ہیں' اگر آپ دریا کے کنارے آباد ہوں گے تو آپ کے مزاج میں بھی رطوبت پیدا ہوگی خشک علاقے میں رہیں گے تو یبوست پیدا ہوگی' گلاب کے پھول کو کپڑے میں رکھ دیجئے تھوڑی دیر کے بعد نکالیں گے تو کپڑے سے بھی گلاب کی خوشبو آئے گی' ریشمی کپڑوں میں عورتیں برسات کے موسم میں گولیاں رکھ دیتی ہیں، اگلے موسم میں جب نکالتی ہیں تو کپڑوں سے گولیوں کی بدبو آتی ہے' حالانکہ کپڑے کی ذات میں نہ تو خوشبو ہے' نہ بدبو' مگر مصاحب کا اثر پڑتا ہے' اگر گلاب کو اس کا مصاحب بنادیا جائے تو کپڑے میں خوشبو آجاتی ہے اور اگر گولیوں کو مصاحب بنادیا جائے تو اس کے اثرات کپڑے کے اندر رچ بس جاتے ہیں اور کپڑے سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اسی طرح اہل اللہ کی صحبت کے اثرات ہوتے ہیں جن سے متاثر ہوئے بغیر انسان نہیں رہ سکتا' ایک عالم ربانی اور درویش حقانی کی شان یہ ہوتی ہے اس کے پاس بیٹھ کر خدا یاد آئے گویا کہ ان کا ذکر' ذکر خدا کی تمہید ہے کسی نے کہا ہے کہ ؎

خاصان خدا خدا نہ باشند
ولیکن از خدا جدا نہ باشند

جب آپ اہل اللہ کے قریب ہوں گے تو کمالات ربانی آپ کے اندر آئیں گے' صحبت صالح کے آثار خیر و برکت کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں۔

فیض صحبت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہی وجہ ہے کہ جو مرتبہ اور مقام حضرات صحابہؓ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں' کوئی بڑے سے بڑا قطب ہو' غوث ہو' صحابیت کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے' آپ کی مجلس میں شریک رہے ہیں جسے آپ کی صحبت نصیب ہوئی ہو

اور آپؐ کی مجلس میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا ہو اس کے کمالات کا کیا کہنا' ایک آدمی آفتاب کے نیچے کھڑا ہو تو اس پر جو گرمی ہو گی وہ کمرے میں بیٹھنے والے کو نہیں ہو سکتی اور جو تہہ خانے میں بیٹھا ہو گا اس پر دھوپ اور گرمی کا اثر بھی کم ہو گا' جتنا آفتاب سے قریب ہو گا' حرارت اور نورانیت بڑھتی جائے گی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت ہیں آپ سے جو بلاواسطہ مستفید ہوئے ہیں انکے فضائل و کمالات درجہ اولیٰ میں ہیں اور جو بالواسطہ ہیں ان کا ثانوی درجہ ہے اور ان حضرات سے جن لوگوں نے استفادہ کیا وہ تیسرے نمبر پر ہیں اسی طرح درجہ بدرجہ کمی ہوتی چلی جائے گی۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے متصل ہو پھر جو اس سے متصل ہو۔
سلف میں شاگرد و استاد کی اصطلاح نہیں تھی بلکہ شاگردوں کو "صاحب" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا' کہا جاتا تھا کہ یہ اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں' یہ اصحاب مالکؒ' ہیں یہ اصحاب فلاں ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ان حضرات نے اپنے استاذ اور شیخ سے محض کتاب کے الفاظ اور معنی ہی نہیں حاصل کئے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنے استاذ کے رنگ کو بھی قبول کیا ہے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے وہ رنگ قبول کیا تھا جو آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔
حاصل یہ نکلا کہ سب سے بڑی چیز صحبت ہے اس کے ذریعہ ایک کے قلب کا رنگ اور اس کے جذبات دوسرے کے اندر آتے ہیں' محمد حسین آزاد نے بالکل سادہ لفاظ میں ایک شعر کہا ہے ۔

ملنے والوں سے راہ پیدا کر
اس کے ملنے کی اور صورت کیا

یعنی تم اگر محبوب سے ملنا چاہتے ہو تو پہلے ان کے پاس آنے جانیوالوں سے رسم و راہ پیدا کرو۔ وہ کسی دن تذکرہ کر دیں گے تمہاری بھی رسائی ہو جائے گی۔

ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے پہلے اللہ والوں سے ملا جائے' ان کے رنگ کو قبول کیا جائے' قلوب کے بدلنے کی کوشش کی جائے' اخلاق کو درست کیا جائے' نفس کی اصلاح کی جائے' پھر بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قبول فرمالیں گے اور اپنا بنالیں گے۔

اگر کسی کے پاس علم ہے مگر اس نے شیخ کی صحبت نہیں اختیار کی ہے' اس کا رنگ نہیں قبول کیا ہے تو وہ علم صرف لفظی ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.

اللہ سے ڈرو اور معیت اختیار کرو سچے لوگوں کی' سچوں کی معیت اختیار کرنے سے ان کے اثرات تمہارے اندر پیدا ہوں گے اور سچائی کی خوبی تمہارے ذہن میں بیٹھتی چلی جائے گی۔

صحبت ہی کی بات ہے کہ محدثین کے یہاں ان راویوں کی روایت زیادہ قابل قبول ہوتی ہے' جنہوں نے محض سنا ہی نہیں بلکہ اپنے شیخ کی صحبت بھی زیادہ سے زیادہ اٹھائی ہو۔

علم حقیقی

دیکھو بھائی! ایک علم تو ہوتا ہے رسمی اور لفظی جو رٹنے اور کتابوں سے آجاتا ہے اور ایک علم ہوتا ہے حقیقی جو علماء ربانی اور اہل اللہ کی صحبت سے آتا ہے' بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھنے میں آئے کہ وہ عالم تو نہیں مگر عالموں کی بھی رہنمائی فرماتے تھے۔ حاجی امیر خاں صاحب ہمارے اکابر دیوبند کے ایک متعارف خادم جن سے سنی ہوئی روایات کا مجموعہ خود میں نے مرتب کیا اور حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے اس پر فوائد اپنے قلم سے تحریر فرمائے جیسا کہ معلوم ہے کہ وہ رسمی عالم تو نہیں تھے یعنی انہوں نے باقاعدہ کسی درسگاہ میں نہ پڑھا تھا اور نہ کسی مدرسہ کی ان کے پاس سند تھی مگر حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے اس کی برکت سے انکے علم وفکر میں

کچھ ایسی گہرائی پیدا ہو گئی تھی کہ علامہ انور شاہؒ جیسی بحر العلوم اور کتابوں کی حافظ شخصیت ان سے استفادہ کرتی تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آتا ہے' وہ بد اخلاق بھی ہے' مشرک بھی' مگر جب آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ محبت سے فیض یاب ہوتا ہے تو عالم بھی بن جاتا ہے' خلیق بھی بن جاتا ہے اور کریم بھی۔

تو بھائی نیک صحبت سے اخلاق بدل جاتے ہی' روحیں پلٹ جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں معجزات ہیں اور معجزات کو تو چھوڑ دیجئے آپ کا یہی کم کارنامہ اور کیا کم معجزہ ہے کہ آپؐ نے عرب جیسی تہذیب و اخلاق سے نا آشنا قوم کے قلوب کو بدل کر رکھ دیا' لوہے کا نرم کر دینا آسان ہے مگر قلوب اور روحوں کا بدلنا نہایت ہی مشکل' ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا ہر ہر صحابیؓ ایک معجزہ ہے۔

مؤاخاۃ فی اللہ

لیکن اگر کسی شخص کو اتفاق سے شیخ میسر نہ آئے اور وہ کہے کہ میری بستی میں نہ تو کوئی شیخ ہے نہ کوئی عالم پھر میرے نفس کی اصلاح کی کیا صورت ہو گی' ایسے شخص کے متعلق امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بستی میں اس کا کوئی دوست تو ہو گا ہی اور اگر نہ ہو تو ایک دو آدمیوں سے دوستی کر کے آپس میں سمجھوتہ کر لینا چاہئے کہ اگر میں کوئی برائی کروں تو تم میرا ہاتھ پکڑ کر روک دو' تم کرو گے تو میں روک دوں گا' تم سے کوئی کوتاہی ہو گی' تو میں تنبیھہ کروں گا' مجھ سے ہو گی تم کرنا' اگر دوستی اس طرح ہو گئی تو زیادہ نہیں چالیس دن کے اندر سینکڑوں برائیاں ختم ہو جائیں گی'

تو اگر کوئی شیخ نہیں ملتا' کوئی عالم نہیں ملتا۔ تو اس طرح اپنے نفس کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے مواخات فی اللہ کہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جنہیں

اس دن جس دن کہ کہیں سایہ نہ ہو گا اللہ تبارک و تعالیٰ عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے ان میں سے ایک نوع یہ بھی ہے۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم سبعة یظلهم اللّٰہ فی ظله یوم لاظل الاظله امام عادل و شاب نشأفی عبادة اللّٰہ' ورجل قلبه معلق بالمسجد اذا خرج منه حتی یعود الیه ورجلان تحابا فی اللّٰہ اجتمعا علیه و تفرقا ورجل ذکر اللّٰہ خالیا ففاضت عیناه ورجل دعته امراة ذات حسب و جمال فقال انی اخاف اللّٰہ ورجل تصدق بصدقة فاخافها حتی لاتعلم ماتنفق شماله یمینه . (متفق علیه)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' سات آدمی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں لیں گے' جس دن کہ سوائے خدا کے سائے کے کسی کا سایہ نہ ہو گا' ایک انصاف پرور بادشاہ' دوسرے وہ نوجوان جس کی جوانی کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوا اور تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوا ہے' جب مسجد سے نکلتا ہے تو بے چین رہتا ہے' تاوقتیکہ پھر مسجد میں نہ پہنچ جائے اور دو اشخاص جنہوں نے اللہ ہی کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے ترک تعلق کیا اور ایک وہ کہ جسے ایک ایسی عورت نے زنا کی دعوت دی جو خوبصورت بھی تھی اور بلند خاندان سے تعلق بھی رکھتی تھی اس پر اس نوجوان نے یہ کہہ دیا کہ مجھے تو خدا کا خوف اس کام کی اجازت نہیں دیتا اور ایک وہ شخص جس نے صدقہ دیا اور اتنا چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو بھی نہیں معلوم کہ داہنے ہاتھ نے کیا دیا۔

حدیث میں ہے کہ ایسے دو آدمی جن میں مواخات فی اللہ تھی اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے اور وہ مقبول عند اللہ ہو جائے تو وہ دعاء کرے گا کہ اے اللہ میرے فلاں دوست کو بھی اسی مقام پر لے آ اسی کی وجہ سے مجھے یہ مقام ملا ہے۔

انتخاب دوست

اور یہ جو میں نے عرض کیا کہ اصلاح کے اس دوسرے طریقہ میں کسی دوست سے مدد لینی ہوگی، تو بھائی! دوست بھی دنیا میں ایک ہی نوعیت، فطرت اور مزاج کے نہیں ہوتے بلکہ ان میں بڑا فرق اور تفاوت رہتا ہے اس لئے کہ دوست کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا کسی نے کہا ہے نا کہ ؎

دلا اندر جہاں یاراں سہ قسم اند
زبانی اند و نانی اند و جسانی

بنانی ناں بدہ از دربدر کن
تلطف کن بیاران زبانی

ولیکن یار جانی را بدست آر
مدارا تش بگیری تا توانی

یعنی دوست کی تین قسمیں ہوتی ہیں ایک تو دستر خوانی دوست اگر خدا نے آپ کا دستر خوان سلامت رکھا ہے تو پھر آپ کے لئے دوستوں کی کمی نہیں جتنے چاہے جمع کر لیجئے اور بعض زبانی دوست ہوتے ہیں ان کی بھی دنیا میں کوئی کمی نہیں اور بعض جگری اور حقیقی دوست ہوا کرتے ہیں جو صرف آرام اور راحت ہی میں نہیں بلکہ تکلیف اور مصیبت میں بھی پورا پورا ساتھ دیتے ہیں' ایسے دوستوں کی تعداد یقیناً کم ہے۔

جو دستر خوانی دوست ہوں ان کی بات تو بالکل نہ مانیو اس لئے کہ جس دن تمہارا دستر خوان لپٹ جائے گا ان کی دوستی بھی ختم ہو جائے گی البتہ انہیں انکی طلب و خواہش کے مطابق کچھ دے دلا کر پیچھا چھڑا لیجئے اور جو زبانی جمع خرچ کرنے کے عادی ہوں تم بھی ان کے ساتھ دوستی زبان ہی تک محدود رکھو۔

ایک شاعر تھے انہوں نے ایک امیر صاحب کی شان میں قصیدہ پڑھا اور اس

میں خوب ایران توران کی ہانکی کہ آپکی کرسی کا پایہ ہفت آسمان سے بلند ہے آپ کے تاج کے موتی' جیسے آسمان کے تارے وغیرہ وغیرہ۔ جب قصیدہ ختم ہو گیا تو امیر صاحب نے کہا کہ پرسوں آنا تمہیں دو ہزار اشرفیاں دوں گا۔ اس سے جناب خوب خوش ہوئے اور گھر جا کر تیسرے دن کا انتظار کرنے لگے قبل اسکے کہ تیسرا دن آئے پہلے ہی انہوں نے اس امید پر کہ اب تو دو ہزار ملے گا ہی پانچ سو روپیہ قرض لے لیا' چنانچہ اب بہترین کھانے پک رہے ہیں' اعزاء واقارب کی دعوتیں ہو رہی ہیں نئے نئے جوڑے تبدیل کیئے جارہے ہیں۔ جب تیسرا دن آیا تو دربار پہنچ کر امیر صاحب کو سلامی دی۔ امیر صاحب نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا' دوسری مرتبہ سلام کیا' اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے' تیسری بار کھانسے اس پر بھی امیر صاحب کی نگاہ نہ اٹھی' آخر زبان ہی سے کہا کہ بندہ حاضر ہے میں نے اس دن قصیدہ پڑھا تھا اور آج کے دن آپ نے دو ہزار اشرفیاں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ امیر صاحب نے سر اٹھایا اور کہا بھائی تم نے قصیدہ پڑھا تھا جس کے اندر محض الفاظ ہی الفاظ تھے' حقیقت اور واقعیت سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا تم نے مجھے لفظوں سے خوش کر دیا۔ میں نے بھی تمہیں لفظوں سے خوش کر دیا' جیسا تم نے دیا تھا ویسا میں نے واپس کر دیا اب اور کیا چاہتے ہو؟

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ دوستوں کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ وہ محض زبانی جمع خرچ کرتے رہتے ہیں ان کی باتوں کا حقیقت اور واقعیت سے نہ کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ کوئی واسطہ' ایسے دوستوں کی زبانوں پر اعتماد نہ کرنا چاہئے' لیکن ایسے دوست جو مصیبت میں کام آتے ہوں' خود پریشانیاں اٹھالیتے ہوں مگر دوست پر آنچ نہ آنے دیتے ہوں' ہزاروں میں ایک ہی ہوتے ہیں۔

اور اسی تیسرے دوست کے متعلق شاعر نے یہ بات کی ہے کہ اسے مضبوط پکڑ لو اور اس کے تعلق و محبت کی قدر کرو۔ بہر حال اصلاح نفس کے لئے اگر کوئی شیخ نہیں ملتا تو اپنے دوستوں ہی سے اپنی صلاح کرنی چاہئے۔

دشمن کے ذریعے اصلاح

لیکن اگر کوئی کہے کہ میرا کوئی دوست ہی نہیں تو پھر اس کیلئے تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ذریعہ اپنی اصلاح کرے ایسا تو شاید ہی کوئی ہوگا کہ آج کے دور میں جس کا کوئی دشمن نہ ہو' آپ کے دشمن چھانٹ چھانٹ کر آپ کے عیوب اور برائیاں نکالتے اور پھیلاتے رہیں گے اب آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ کے اندر جو برائیاں ہیں انہیں چھوڑتے چلے جایئے۔ اگر آپ اس طرح ایک چلے دو چلے بھی گزار لیں گے تو بڑی حد تک آپ کی برائیاں ختم ہو جائیں گی اور آپ صالح بن جائیں گے۔

محاسبۂ نفس

اور اگر کوئی کہے کہ میں تو پہاڑ کی کھوہ میں رہتا ہوں' مجھے نہ کسی شیخ کی صحبت میسر ہے اور نہ میرا کوئی دوست ہے نہ دشمن ہے پھر میرے لئے اصلاح کا کیا طریقہ ہوگا' امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اس کو بھی مایوس نہ ہونا چاہئے اس کے لئے چوتھا طریقہ محاسبہ نفس کا ہے' روزانہ سوتے وقت کم از کم پندرہ منٹ مراقبہ کرے اور سوچے کہ آج میں نے کتنی بھلائیاں کیں اور کتنے گناہ مجھ سے سرزد ہوئے' جو بھلائیاں کی ہوں ان پر شکر ادا کرے اسلئے کہ شکریہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ زیادتی کی توفیق دیں گے' ارشاد خداوندی ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ.

یعنی اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم نعمتوں کو بڑھا دیں گے، تو جتنا شکر ادا کریں گے خدا تعالیٰ نعمتوں کو بڑھا دیں گے اور جو گناہ سرزد ہوئے ہوں ان پر سچے دل سے توبہ کرے' جب صدق دل سے توبہ کرلے گا تو سارے گناہ جھڑ جائیں گے' حدیث میں ہے۔

التائب من الذنب كمن لا ذنب له.

گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے کہ جیسا کہ اس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔ اگر برابر اس عمل کو جاری رکھا جائے گا تو برائیاں ختم ہوتی جائیں گی اور نفس میں اصلاح و تقویٰ پیدا ہوتا چلا جائے گا۔

حاصل یہ کہ اولاً تو شیخ کے ذریعہ نفس کی اصلاح کیجئے شیخ نہ ملے تو پھر دوست کے ذریعے خوبیاں پیدا کیجئے اور اگر دوست نہ ہو تو پھر دشمن کو آلہ کار بنائیے اور اگر دشمن بھی نہیں ہے تو اپنا شیخ اپنے ہی کو بنا لیجئے' عرفی طور پر اصلاح کے یہ چار طریقے ہیں' ان میں سے اگر ایک بھی میسر آجائے تو نجات کے لئے کافی ہے اور اگر اتفاق سے یہ چاروں چیزیں میسر آجاویں تب وہ شخص کیمیا بن جائے گا کہ (۱) شیخ بھی ہو (۲) مواخاۃ فی اللہ بھی ہو (۳) دشمن بھی ہو اور (۴) محاسبہ بھی۔ گویا اگر کسی کو یہ چاروں چیزیں میسر آجائیں تو پھر زہے قسمت وزہے نصیب۔

تبلیغی جماعت اصلاحی طریقوں کی جامع ہے

اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ تبلیغ اصلاح کے ان چاروں طریقوں کا ایک مجموعہ مرکب ہے تو یہ تبلیغی جماعت ایک "معجون مرکب" ہے گویا یہ نسخہ امرت کا بن گیا جس میں اصلاح نفس کے یہ چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں۔ الغرض اس میں محنت کرنے سے بہت ہی بڑا فائدہ ہوگا آپ کہیں گے کہ تبلیغ میں نکالا کیوں جاتا ہے؟

تو تبلیغ میں اس لئے نکالا جاتا ہے کہ اس میں بزرگوں کی صحبت میسر ہوتی ہے پھر ساتھی اچھے ملتے ہیں' جو ایک دوسرے کو برائی سے روکتے ہیں اور پھر جب وہ اپنا خرچ کر کے باہر نکلا ہے تو دینی جذبات بھی ابھریں گے اسے اپنی اصلاح کا خیال پیدا ہوگا' اس لئے کہ جب وہ اپنا گھر چھوڑ کر گیا ہے اور ہر قسم کی مشقت برداشت کر رہا ہے تو وہ کچھ نہ کچھ اثر لے کر ضرور ہی آئے گا۔ اس کے بعد بھی اگر یہ اثر لے کر نہ لوٹے تو وہ انسان نہیں پتھر ہے۔ اگر انسان ہے تو ضرور

وہ اثر لے کر آئے گا۔ کیونکہ وہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہا ہے۔

جماعت کی برکات

بہت ممکن ہے کہ اس مجموعہ مرکب میں بعض کمزور ارادہ، بعض نحیف عمل، بعض خام عمل والے جمع ہو جائیں اور شبہ یہ ہو کہ تبلیغ سے حاصل ہونیوالا فائدہ یقینی ہونے کی بجائے موہوم ہو کر رہ جائے گا۔ تو بھائی اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کمزوروں سے مرکب اجتماع، جمعیت اور اتحاد کی بنا پر یہ ایک قوت حاصل کر لے گا جیسا کہ اس کی نظیر خود ہی ہمارے فن حدیث میں بھی موجود ہے، چنانچہ مشہور ہے کہ اگر کسی حدیث کے سلسلے میں چند ضعیف سندیں جمع ہو جائیں تو وہ حدیث بھی محدثین کے نزدیک قوی سمجھی جانے لگتی ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ اگر چند بھیک مانگنے والے دو، دو، چار، چار پیسے جمع کر لیتے ہیں تو سب کے کھانے کا انتظام ہو جاتا ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ چاہیں تو کسی کا بھی پیٹ نہیں بھر سکتا، ایسے ہی اگر چند ضعیف العمل اور ضعیف روحانیت والے نیک نیتی سے جمع ہو جائیں گے تو ایک کا دوسرے پر اثر پڑے گا اور سبھی کے اندر قوت پیدا ہو جائے گا۔

اور بھائی ان حضرات کی نیک نیتی میں کیا شبہ ہے، ظاہر ہے کہ یہ حضرات نہ تو تجارت کے لئے جمع ہوتے ہیں نہ کھیتی باڑی اور نہ کسی دوسرے کاروبار کے لئے۔

پھر یہ بھی تو سوچئے کہ دس پندرہ آدمیوں کی جماعت میں کوئی نہ کوئی تو مقبول خداوندی ضرور ہی ہو گا اور ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کی مقبولیت کا اثر دوسروں پر یقیناً پڑے گا، یہی وجہ ہے کہ مومن کو نماز باجماعت پڑھنے کا حکم ہے۔ اس لئے کہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ ساری جماعت کے نمازی بھی کمزور کیوں نہ ہوں، پھر بھی مجموعہ میں خدا کا کوئی مقبول بندہ ایسا ضرور ہوتا ہے جس کی وجہ سے پوری جماعت کی نماز قبول ہو جاتی ہے، معلوم ہوا کہ جماعت میں خواہ کتنے ہی ضعیف کیوں نہ ہوں، لیکن خدا کا کوئی مقبول بندہ

ضرور ہوگا جس کی وجہ سے اس کی مقبولیت ضرور ہوگی

نیک نیتی کا اثر

اور پھر وہ اپنی ذاتی غرض سے نہیں نکلے ہیں' بلکہ اللہ کے رضا کے لئے نکلے ہیں۔ اس نیک نیتی کا اثر بھی پڑتا ہے' کیونکہ یہ اللہ کا نام سیکھنے جارہے ہیں۔ خدا کو یاد کرنے کے لئے جارہے ہیں۔ تو جب اس نیت سے اللہ کے راستہ میں نکلیں گے تو اس کا اثر بھی ضرور آئے گا۔

گویا اس طرح فی الجملہ صحبت شیخ و صحبت صلحاء میسر آجائے گا۔ بہر حال یہ سب سے پہلی چیز صحبت اہل اللہ ہے۔

تبلیغی بھائی

پھر جب ایک جذبہ سے جائیں گے تو مواخاۃ (بھائی چارگی) بھی قائم ہوگی' یہی وجہ ہے کہ ان میں باہم دوستی بھی قائم ہوجاتی ہے۔ اس لئے واپس آنے کے بعد ایک دوسرے کو تبلیغی بھائی کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی بھائی آرہے ہیں گویا ان میں سے ہر ایک دوسرے کا بھائی بن جاتا ہے اور آپس میں ایک قسم کی اخوت ہوجاتی ہے۔

جماعت کی نماز کی بھی یہی خصوصیت ہے' جب لوگ مسجد میں آتے ہیں تو ایک کی دوسرے سے آنکھیں چار ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں باہمی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور جب ان میں سے کوئی کبھی غائب ہوتا ہے تو دوسرے سے معلوم کرتے ہیں کہ فلاں تو روزانہ آیا کرتا تھا آج کیوں نہیں آیا معلوم ہوا کہ بیمار ہے' پھر لوگ اس کی عیادت کے لئے جائیں گے اور اس طرح لوگوں کو عیادت مریض کا ثواب حاصل ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ مرض کی حالت میں آدمی کو اللہ تعالیٰ سے بے حد قرب ہوتا ہے۔ حدیث ہی میں ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے نعمتوں میں اتنا قرب نہیں ہوتا جتنا کہ

مصیبتوں میں ہوتا ہے۔ نیز حدیث ہی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائیں گے کہ میں بیمار ہوا تھا تو میری مزاج پرسی کے لئے نہیں گیا' بندہ کہے گا کہ اے باری تعالیٰ آپ کی ذات تو ان چیزوں سے پاک ہے' آپکے بیمار ہونے کا کیا سوال ؟ باری تعالیٰ فرمائیں گے میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا' اگر تو اس کی عیادت کے لئے جاتا تو مجھے اس کی پٹی پر موجود پاتا' تو پھر تجھے بھی وہ قرب نصیب ہوتا جو میرے اس بندے کو مجھ سے حاصل تھا۔

حاصل یہ ہے کہ ایک مریض کی عیادت کے لئے جانے سے عیادت کے ثواب کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب بھی نصیب ہوگا' اگر خدانخواستہ اس کا انتقال ہوگیا تو سب کے سب اس کے کفن دفن میں لگیں گے اس کا بھی ثواب ملے گا گویا کہ ازاول تا آخر ثواب ہی ثواب ہے' یہ ہیں برکات مسجد میں حاضری اور ہر وقت مسلمانوں کے آپس میں ملنے جلنے کے نتائج، اب آپ دیکھئے کہ تبلیغ والے مرکز ہمیشہ مسجد کو ہی بناتے ہیں تو مسجدوں کی وہ برکات جو مسجد میں آنیوالوں کے لئے مخصوص ہیں۔ خود تبلیغ والوں کو ضرور بلکہ کچھ زائد ہی نصیب ہونگی اور پھر ایک مشرب ایک مسکن ایک مطعم کی بناء پر جو مواخات بھائی بندی کے جذبات باہم رونما ہوتے ہیں یہ تبلیغ والے اس سے کبھی محروم نہیں رہ سکتے تو تبلیغی جماعت میں نکل کر شیخ بھی ملے' دوست بھی ملے' نیت بھی اچھی ہوئی اور پھر اچھی بات کہنے کا موقعہ بھی ملا۔

جماعت میں دشمنوں سے عبرت کا موقع

اب جب اچھی بات کہو گے تو ہر ایک ٹھنڈے دل سے نہیں سنے گا بلکہ اس کے مخالف ہوجائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت میں رہ کر دشمنوں سے بھی نصیحت حاصل کرنے کا بہترین موقع حاصل ہوتا ہے' اس لئے کہ آپ دس لوگوں کے پاس جائیں گے' دس منہ ہوں گے' دس قسم کی باتیں ہوں گی، کوئی بدعتی کہے گا' کوئی وہابی کہے گا اور وہ بھی طرح طرح کی سخت وست باتیں آپ

سنیں گے تو غور کریں گے کہ آخر میرے اندر کیا کمزوریاں ہیں کیا کوتاہیاں ہیں پھر ان کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معلوم کر کے آپ ان کو دور کرنے کی فکر کریں گے۔ حاصل یہ کہ اس میں نیک لوگوں کی صحبت بھی میسر دوستی بھی میسر' دشمنوں سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کا بھی موقعہ۔

تبلیغ میں محاسبہ

اور ان تمام باتوں کے ساتھ جب آپ رات کو پڑ کر سوئیں گے تو یقیناً سوچیں گے کہ آج میں نے کتنی نیکیاں کیں اور کتنی برائیاں کیں اور پھر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ رات کا وقت ہے حق تعالیٰ سے قرب ہے کیوں نہ نیکیوں پر اس کا شکریہ ادا کروں اور برائیوں سے توبہ کرلوں، تو اس طرح نیکیوں کا سلسلہ بڑھ جائے گا اور برائیاں گھٹتی چلی جائیں گی۔

تو بھائی! اس جماعت میں یہ چاروں دوائیں موجود ہیں' جو ہدایت کے لئے ایک ایسا معجون مرکب ہے کہ اس کے بعد پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔

تبلیغ اور اصلاح

اور مقصود اصلی یہ ہے کہ پہلے خود ہمارا ہی دین درست ہو یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ابتداء خود اپنے ہی سے کرنی پڑتی ہے' ضروری ہے کہ آدمی پہلے خود صالح بنے' پھر دوسرا مقام یہ ہے کہ دوسروں کو صالح بنائے' ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرے گا تو صالح بنے گا۔ دوسروں کو عمل کی دعوت دے گا تو مصلح بنے گا۔

اعتراضات اور ان کا اصولی جواب

رہ گئے تبلیغی جماعت پر اعتراضات' آپ اعتراضات کو چھوڑ دیجئے اور کام کرتے جائیے۔ مثال کے طور پر لوگ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے صرف فضائل بیان کرتے ہیں۔ مسائل نہیں بیان کرتے اور دین درست ہوتا ہے مسائل سے' فضائل سننے کے بعد دل میں امنگ تو پیدا ہو جاتی ہے مگر

جب آگے مسئلہ نہیں معلوم ہو گا تو ممکن ہے کہ لوگ امنگ اور جذبات کی رو میں بہہ کر من گھڑت عمل' شروع کردیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ بدعت میں مبتلا ہوں گے ؟

لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرز عمل سے لوگ بدعت کے اندر مبتلا ہوتے چلے جائیں گے۔ اولاً تو محض احتمال اور امکان کی بات ہے دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ کیا ہے چالیس برس کے اندر کتنے لوگ بدعت میں مبتلا ہوئے ؟

رہا مسائل کا نہ چھیڑنا' اس کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ ہم پہلے فضائل بیان کر کے جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بعد میں مسائل چلائیں گے' تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ چالیس سال سے تبلیغ چل رہی ہے کیا آج تک جذبہ ہی پیدا نہیں ہوا؟۔

اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ تبلیغ والے فضائل ہی تو بیان کرتے ہیں مسائل سے انکار تو نہیں کرتے' کیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ کسی سے نہ پوچھو' ہر گز وہ ایسا نہیں کہتے۔

دوسرے یہ کہ کام کرنے کے مختلف میدان اور مختلف لائنیں ہوتی ہیں' کوئی درس و تدریس کی لائن اختیار کرتا ہے' کوئی وعظ و تبلیغ کی، تو کوئی سیاست و حکمت کی' ان حضرات نے بھی ایک لائن اختیار کرلی ہے' فضائل بیان کرتے ہیں' لوگوں کے اندر دینی جذبہ اور امنگ پیدا کرتے ہیں' اب ساری لائن وہی اختیار کرلیں' یہ نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی ممکن۔

جب آپ کسی کام کو شروع کرتے ہیں تو آپ کام کرنے سے پہلے کچھ مقاصد اور اصول مقرر کرتے ہیں اور اپنی لائن متعین کرتے ہیں' اس میں آپ سب چیزوں کو داخل نہیں کرتے' تو پھر آپ اس میں سب چیزوں کو کیوں شامل کرنا چاہتے ہیں ؟

بہر حال جب کوئی اعتراض کرے تو اسے سن لینا چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے عمل ہی سب اعتراضات کا جواب ہے۔

مقصد تبلیغ

بس تبلیغ والوں کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی امنگ پیدا کر دی جائے' اب اس امنگ سے آدمی دین کی جس لائن میں بھی کام لینا چاہے لے سکتا ہے' نیز دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جب کسی چیز کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی خود ہی اس امنگ کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کی جدوجہد اور سعی کرتا ہے۔ اگر آپ کے اندر صحیح امنگ پیدا ہو گئی ہے اور آپ کو مسائل کی طلب ہے تو علماء سے ملئے' مدرسے میں جائیے اور مسائل معلوم کیجئے باقی کام میں نہ لگنا اور اعتراضات کا کرنا یہ حیلہ کرنیوالوں کا کام ہے۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ ہر جماعت کا ایک نصب العین اور طریقہ کار ہوتا ہے' آپ کا اس پر دوسری چیزوں کو لادنا کہ فلاں چیز کو بھی اس میں شامل کر لیجئے کسی طرح مناسب نہ ہوگا' جب اس جماعت نے اپنا ایک موضوع متعین کر لیا تو آپ کو چاہئے کہ آپ اسے اس پر کار بند رہنے دیں۔

بہر حال تبلیغ سے نفع اظہر من الشمس ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں دین کی امنگ اور طلب پیدا ہوئی اور اسی امنگ اور طلب کی وجہ سے کتنی بدعات ختم ہوئیں ورنہ لاکھوں آدمیوں کا محض اللہ اور اللہ کے دین کی خاطر اپنا پیسہ خرچ کر کے سفر کرنا' اپنا کھانا' اپنا پینا' پہلے یہ جذبہ کہاں تھا تو اس سے جو نفع پہنچا اس کو تو آپ بیان نہ کریں اور جو ان کا منصوبہ نہیں اس کو آپ اعتراض کی بنیاد بنائیں' یہ تو کوئی مناسب بات نہ ہوگی۔

خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہئے

بہر حال! اصلاح نفس کے چار جز اور چار طریقے ہیں اور تبلیغ کے اندر حسن اتفاق سے چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں' صحبت صالح بھی ہے۔ ذکر و فکر بھی ہے۔ مواخاۃ فی اللہ بھی ہے۔ دشمن سے عبرت و موعظت بھی ہے اور محاسبۂ نفس بھی ہے

اور انہی چاروں کے مجموعہ کا نام تبلیغی جماعت ہے۔ عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا' اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جارہا ہے اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی چلی جارہی ہے' اس کے ذریعہ لوگوں کے عقائد درست ہو رہے ہیں' لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں کم از کم ان تجربات کو سامنے رکھ کر اعتراض کرنے والوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا اور غور کرنا چاہئے۔

اس لئے اس میں خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہئے' آپ خود داخل ہو کر اس بات کا فائدہ محسوس کریں گے کہ اس کام سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا؟ آپ اسے تجربات کی روشنی میں معلوم کر لیجئے جو شخص بھی حسن نیت سے اس کام میں آئے گا' اس کا اثر اسے ضرور ہو گا۔ اس کام میں دعوت بھی ہے اور دعوت ہے لا الہ الا اللہ کی' نماز کی محنت بھی ہے' ساتھیوں کے ساتھ تعلق بھی ہے' ذکر بھی ہے اور محاسبہ بھی ہے۔ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس محنت سے بہت سی خیر اور بھلائی انسان میں آرہی ہے۔ کتنے برے تھے جو جماعت کی وجہ سے اچھے بن گئے۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ برے عقیدے والے صالح عقیدے والے بن گئے۔

بے جا اعتراض

اور پھر اعتراضات تو وہ قابل قبول ہیں' جو کام میں گھس کر کئے جاویں اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے' اگر اندر گھس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اندر گھسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں۔ کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسے اس کام کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابل قبول نہیں۔

یوں تو اعتراضات سے مدرسے والے بھی خالی نہیں۔ اللہ و رسول بھی

اعتراضات سے خالی نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی نسبت کہا گیا کہ اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس طرح کی باتیں کہنا کسی طرح بھی گالی سے کم نہیں، بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے

قال اللّٰہ تعالٰی کذبنی ابن ادم ولم یکن لہ ذالک وشتمنی ولم یکن لہ، ذالک فاما تکذیبہ ایای فقولہ لن یعیدنی ولیس اول الخلق باھون علی من اعادتہ واما شتمہ ایای فقولہ اتخذ اللّٰہ ولدًا وانا الاحدو الصمد الذی لم الدولم اولدولم یکن لی کفواً احد.

"اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نے مجھ کو جھٹلایا۔ حالانکہ اس کے لئے مناسب نہ تھا کہ میری تکذیب کرے اس نے مجھے برا بھلا کہا، حالانکہ یہ اسے زیبا نہ تھا۔ تکذیب مثلاً یہ کہنا کہ اللہ مجھ کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا نہ کریں گے۔ حالانکہ پہلی مرتبہ کے مقابلے میں دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے اور اس کا مجھے برا بھلا کہنا یوں کہنا ہے کہ اللہ صاحب اولاد ہے، حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں اور نہ کوئی میرا باپ ہے نہ بیٹا اور نہ ہی میرا کوئی شریک وساتھی ہے"۔

آپ خود سوچئے کہ اس سے زیادہ گالی کیا ہو گی کہ کسی آدمی کے متعلق یہ کہا جائے کہ فلاں کے سانپ پیدا ہوا ہے اس شخص کے لئے کتنی شرم کی بات ہو گی، حالانکہ سانپ بھی جاندار ہے اور یہ معنی کر کے دونوں مثالوں میں ایک گونہ مماثلت ومشابہت ہے۔

اور بھائی! اللہ تبارک تعالیٰ تو نور ہیں، پھر انکے لئے بیٹا اور بیٹی ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس طرح رسولوں کو بھی مورد طعن وتشنیع بنایا گیا۔ کسی نے کہا یہ تو کاہن ہیں، کسی نے کہا جادوگر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

تواللہ ورسول بھی اعتراض سے نہیں بچ سکے تو ہماری اور آپ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ بہرحال اعتراض کرنیوالے توسب پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان سے گھبرانا نہ چاہئے۔

اعتراض کی حقیقت

اعتراضات کا دائرہ بہت وسیع اور نہایت آسان ہے۔ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ علمی لائینوں میں سب سے زیادہ مشکل کام فتویٰ دینا ہے۔ اس لئے کہ کسی مسئلے کے متعلق فتویٰ دینے کے لئے سینکڑوں جزئیات سامنے رکھی پڑتی ہیں، جب تک تمام جزئیات سامنے نہ ہوں۔ فتویٰ دینا مشکل ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دو واقعے اور دو مسئلے بالکل ایک جیسے مگر حکم دونوں کا جدا جدا، حضرت نے فرمایا کہ بڑے سے بڑے عالم کا مفتی ہونا ضروری نہیں۔ پھر فرمایا کہ اس سے آسان کام درس دینا ہے، افتاء میں سینکڑوں جزئیات سامنے رکھنی پڑتی ہیں، غور کرنا پڑتا ہے، دماغ پر زور ڈالنا ہوتا ہے اور درس دینے والا ایک عبارت کو دیکھ کر اس کا ماحاصل بیان کردیتا ہے اور فرمایا کہ درس دینے سے بھی آسان کام تقریر کرنا ہے اور وہ بھی عامیانہ۔ اور میں ان تینوں پر ایک جزیہ کا اضافہ کرکے یوں کہتا ہوں کہ ان سب سے آسان ہے اعتراض کا کردینا، جس پر چاہے اعتراض کردیجئے، صحابہؓ پر اعتراض، ائمہ مجتہدین پر اعتراض، لطف کی بات یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے تھکتے نہیں اور تھکیں بھی تو کیسے، اس لئے کہ اس میں نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ عقل کی، بس ہر بات کے متعلق یہ کہہ دیجئے کہ یہ غلط ہے۔

اور اعتراض کرنے کے لئے علم کی بھی ضرورت نہیں، اعتراض کرنے والے ہی لوگ ہوتے ہیں، جن کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہوتی نہ علم کی نہ عمل کی اتنا آسان کام ہے اعتراض کا کرنا ایسے آسان کام کو ہر کوئی شخص کرسکتا ہے۔

تو بھائی! اگر کچھ لوگ ایسے گئے گزرے اور آسان کام کو اختیار کرتے ہیں تو

کرتے رہیں' اس سے آپ کا کیا نقصان ہوتا ہے' آپ اپنے کام میں پورے طریقے سے مشغول رہئے، کل میدان قیامت میں اعتراض کرنیوالے بھی کھڑے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی بھی صفیں لگی ہوں گی' ہر ایک کی محنت کا ثمرہ اس کے سامنے آجائے گا۔

انعام خداوندی

یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور آپ کی قسمت کی بات ہے کہ آپ کے حصے میں کام کرنا آیا اور دوسروں کے نصیب میں اعتراض کرنا۔

اس لئے آپ تو خوش رہئے کہ حق تعالیٰ نے آپ لوگوں کو کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اعتراضات سے بچالیا۔ اور رہ گیا اوروں کا اعتراض کرنا' اس کے لئے آپ لوگوں کا عمل خود جواب ہے، مثل مشہور ہے کہ۔ ''ایک چپ سو کو ہرادیتی ہے''۔ اور چپ سے بڑھ کر عمل ہے اس سے کچھ بھی اشکال قائم نہیں رہے گا۔

خلاصہ

بہر حال میں نے عرض کیا کہ اصلاح نفس ضروری ہے اور اصلاح نفس کے طریق کو بھی میں نے بیان کردیا اور اس کام میں اصلاح نفس کے تقریباً چاروں طریقے موجود ہیں جو جتنی محنت کرے گا' اتنی ہی ترقی حاصل کریگا۔ اس لئے کہ جب آپ عمل کریں گے تو اس پر اس کام کے ثمرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔

اب تک معترضین کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا ہے وہ ان کے اعتراض کو مان کر کے' اور اگر غور کیا جائے تو سرے سے ان کے اعتراضات ہی قابل تسلیم نہیں۔ اس لئے کہ اس میں بڑے اور پرانے لوگ بھی تو موجود ہوتے ہیں' جن سے کام کے اصول معلوم ہو سکتے ہیں اور اصول سے کام کرنے میں ترقی ہوگی' بعض ارباب درس و تدریس ہوتے ہیں اور بعض اہل فتویٰ ان سے آپ کو روکتے بھی نہیں ہیں۔ اگر کسی کو علم حاصل کرنا ہو تو ان سے حاصل کرسکتا ہے مسئلہ معلوم کرنا ہو تو ان سے معلوم کرسکتے ہیں۔

کام کرنے والوں کیلئے یہ سب باتیں ہیں اور محنتیں ہیں۔ اور نہ کام کرنے والوں کے لئے یہ سارے اعتراضات ہیں' بہر حال نسخہ ہے مکمل ہاں دل ہی اگر نہ چاہے تو اور بات ہے کسی نے صحیح کہا ہے کہ ؎

"اگر تو ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں"

تو بات بتلانے والوں نے بتلادی' اعلان کرنے والوں نے آواز بھی لگادی' منزل بھی بتلادی' ثمرہ بھی بتلادیا کہ یہ سامنے آئے گا۔ اب ان حضرات کی ذمہ داری نہیں کہ وہ آپ کی طرف سے چلیں بھی' آپ چلیں گے اور کام کریں گے تو اس کا پھل پائیں گے۔ ظاہر ہے کہ نفع عام ہے اس لئے اس میں ضرورت ہے کہ سب چلیں۔ اگر آپ تعلیم میں شرکت کر سکتے ہیں تو تعلیم میں شریک ہوں' گشت میں شرکت کر سکتے ہوں' تو گشت میں شریک ہوں اور اگر کچھ اوقات لگا سکتے ہوں تو اوقات بھی لگائیں۔

اور بھائی! اس سے کنارے رہنا بڑی ہی محرومی کی بات ہے۔ فکری طور پر ہو' عملی طور پر ہو' جس درجہ میں بھی ہو' اس میں شریک رہنا چاہیئے۔

یہاں آنے کا اصل مقصد حضرت شیخ مدظلہ سے ملاقات تھی پھر اس کے بعد آپ حضرات کی درخواست کو چلتے چلتے پورا کرنا بھی ضروری تھا۔ سو ملنے کا مقصد بھی پورا ہو گیا۔ بہر حال نفس کی اصلاح ہو گی تو انسان کامل ہو گا اور یہ بات حاصل ہو گی ان طریقوں سے۔ حق تعالیٰ ان چند کلمات کو قبول فرمائیں۔ اور ہمیں بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

واخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆